نظرات

افسوس ہے گذشتہ مہینہ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی نے ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جن اکابرِ علم و ادب نے اس ملک میں مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا سر و سامان کیا تھا مولانا ان کے زمرہ میں ایک نوجوان رفیق کی حیثیت سے شامل تھے اس لئے انھوں نے اس دور کی بہار سامانیاں خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں اور اپنی خدا داد صلاحیت و قابلیت سے کام لے کر ان کی تعمیر و ترقی میں خود بھی عملی حصہ لیا تھا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، ندوۃ العلماء، دار المصنفین اعظم گڈھ، مسلم ایجوکیشن کانفرنس، دار العلوم دیوبند، حیدرآباد کا محکمۂ امور مذہبی یہ سب ادارے مرحوم کی اصلاحی و تدبیری کاوشوں اور گوناگوں ہمدردانہ دلچسپیوں کے جولانگاہ تھے، دولتِ زر کی بہتات کے ساتھ دولتِ علم و فضل سے بھی مالامال تھے، مرحوم کا کتب خانہ ہندوستان کا ایک بہترین کتب خانہ تھا جہاں ریسرچ اسکالر آکر مطالعہ و تحقیق کی تشنگی بجھاتے تھے کتابوں کی حفاظت و نگرانی اور ان کی ترتیب و فہرست سازی کا خاص اہتمام کرتے تھے ذوقِ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ ضعفِ پیری و نقاہت اور بیماری کے باوجود روزانہ چند گھنٹے کتابخانہ میں پابندی کے ساتھ بیٹھتے اور مطالعہ کرتے تھے متعدد کتابیں اور بہتیرے مقالات بھی ان کے قلم سے نکلے، اردو کے صاحب طرز ادیب تھے۔ فارسی اور عربی شعر و ادب کا شگفتہ ذوق رکھتے تھے دینداری اور مذہبی شعائر و آداب کا احترام ان کی فطرت تھی اخلاق و عادات۔ طور و اطوار کے لحاظ سے اب سے ڈھائی سو تین سو برس پہلے کی اسلامی تہذیب و شرافت کا زندہ نمونہ تھے خودداری کے ساتھ ملنساری، تمکنتِ عز و جاہ کے ساتھ ارباب علم و ادب کے ساتھ انکساری ان کی طبیعت کا جوہر تھا انھوں نے اپنے علم و فضل سے بھی خلقِ خدا کو فیض پہنچایا اور دولت و ثروت سے بھی ان چند در چند خصوصیات و کمالات کے جامع ہونے کے اعتبار سے مرحوم مسلمانوں کے اس دورِ میمون و مبارک کی یادگار تھے جبکہ لوگ "صاحب السیادتین" ہوا کرتے لیکن

ہوتے تھے اب جو اس چمن میں موسم خزاں کا دور دورہ اور باد صرصر کی تباہ کاریوں کا غلبہ ہے توقع نہیں کہ ایسے جامع کمالات بزرگ پھر کہیں دیکھنے میں آئیں گے۔ صد حیف کہ جو مسند خالی ہوتی جاتی ہے اسے پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا حق تعالیٰ اس مرحوم کو بیش از بیش رحمتوں سے نوازے اور مقربین دملحا میں مقام نصیب فرمائے۔ آمین

اس سلسلہ میں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ بعض اخبارات نے اپنے تعزیتی نوٹ میں نواب صاحب مرحوم اور مولانا آزاد کے تعلقات کا بھی خاص اہتمام سے تذکرہ کیا ہے۔ گویا مولانا آزاد کا "صدیق حبیب" ہونا بھی ایک فضیلت ہے حالانکہ گستاخی معاف! مولانا مدظلہ کے دیرینہ بلاکشان محبت کا تجربہ تو یہ ہے کہ مولانا کا "صدیق" ہونا فضیلت نہیں بلکہ ایک لطیف قسم کا ابتلا ہے۔

جس کے تم دلبر ہو جس دل میں تمہاری یاد ہو وہ ہمیشہ خاک چھانے در بدر برباد ہو

یاد ہوگا ۱۹۴۸ء کے آخر میں بھارت گورنمنٹ نے یونیورسٹی تعلیم کی اصلاح وتجدید کے لئے ایک کمیشن سر رادہاکرشن کی صدارت میں جو ملک کے مشہور فلسفی اور انگریزی زبان کے شعلہ بیان مقرر ہیں مقرر کیا تھا اس کمیشن نے جو یونیورسٹی کمیشن کے نام سے معروف ہے نو مہینہ کی محنت وجانکاہی کے بعد ایک نہایت ضخیم رپورٹ مرتب کی جس کی پہلی جلد جو بڑی ضخامت کے ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے گورنمنٹ کی طرف سے چند ماہ ہوئے شائع ہو چکی ہے کمیشن ہندوستان اور بیرونی ممالک کے نامور ماہرین تعلیم پر مشتمل تھا اس بنا پر رپورٹ بھی نہایت جامع اور مکمل اور تعلیمی مسائل ومباحث پر ایک دقیق مبصرانہ تنقید وتجزیہ کی حامل ہے اس میں شبہ نہیں کہ وزارت تعلیم کا یہ کارنامہ بجائے خود قدر درجہ قابل قدر وستائش ہے ضرورت ہے کہ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوتا تاکہ اردو کا وہ طبقہ جو انگریزی نہیں جانتا وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا۔

رپورٹ میں "ذریعہ تعلیم کون سی زبان ہونی چاہیے" اس موضوع پر ۲۳ صفحات میں بڑی سیر حاصل اور فاضلانہ بحث ہے جس میں بھارت کی ہر قابل ذکر زبان کی وسعت اور اس کی استعداد وصلاحیت پر گفتگو کی گئی ہے اس ضمن میں ایک مقام پر ہندی اور اردو کا تقابلی تذکرہ بھی آگیا ہے۔ ہم ذیل میں اس